آثارِ عمرؓ پر ایک نظر

(آثار ابوبکرؓ)

جناب محمد اجمل اصلاحی صاحب

استاذ ادب عربی مدرستہ الاصلاح۔ سرائے میر۔ اعظم گڑھ

(۱)

ماہنامہ بُرہان کے جولائی ۱۹۶۳ء کے شمارے میں ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی پروفیسر شعبۂ تاریخ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کا ایک مقالہ "ادبی مصادر میں آثار عمرؓ۔ ایک تجویز مع مثال" کے عنوان سے شائع ہوا تھا جس میں فاضل مقالہ نگار نے عربی ادب کے مختلف ماخذ میں بکھرے ہوئے "عمرؓ" کے اقوال وارشادات، مواعظ وحکم، حالات وواقعات اور ان سے متعلق جملہ آثار و اخبار کو مرتب کرنے پر زور دیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ خود مثال کے طور پر "عمرؓ" سے قریب العہد عربی زبان کے ایک بے نظیر اور شہرۂ آفاق ادیب جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ) کی تصنیفات سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آثار کا ترجمہ مع ضروری تشریح پیش کیا تھا۔ پھر ایک طویل وقفہ کے بعد مارچ ۱۹۶۵ء کے شمارے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آثار کا سلسلہ شروع ہوا جو مسلسل نو قسطوں میں شائع ہوا اور اکتوبر ۱۹۶۵ء کے شمارے پر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

مضمون کے مطالعہ سے ڈاکٹر خالدی صاحب کے خلوصِ نیت، دیانت داری اور علمانہ تواضع اور خاکساری کا اندازہ ہوتا ہے۔ جن مقامات پر موصوف کو زحمت پیش آئی ہے اور صحیح مفہوم واضح نہیں ہو سکا وہاں انھوں نے بے تکلف پوری صفائی کے ساتھ اپنے عجز کا

اعتراف کیا ہے، اور اہلِ علم سے رہنمائی کی درخواست کی ہے۔ مثلاً حضرت سہیل بن عمرو کے خطبہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سہیل کے اس قول کا مطلب راقم الحروف پر اچھی طرح واضح نہیں ہوسکا.... اِن اسأل الخیر ولہ الجزاء[1]"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک بڑے ہی مفید، مبارک اور مہتم بالشان کام کا آغاز کیا ہے۔ اس سے شیخین کی زندگی کے مختلف گوشے سامنے آئیں گے جن کے بارے میں عام طور پر سیرت و تاریخ کی معروف کتابیں خاموش ہیں، اور تاریخ اسلام کی ان مایۂ ناز اور یگانۂ روزگار ہستیوں کی غیر معمولی شخصیت کو سمجھنے میں مورخ اور سیرت نگار کو بڑی مدد ملے گی۔

لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ مرتب و مترجم کو عربی اور اردو دونوں زبان پر یکساں عبور حاصل ہو۔ وہ دونوں کے مزاج، اسالیب اور نزاکتوں سے آشنا ہو، کلام کے تیور کو پہچانتا ہو اور الفاظ کی تہ میں اتر کر معنی کا ادراک کر سکتا ہو۔ اس کے بغیر ترجمہ کے نازک فریضہ سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں۔ جہاں تک عربی زبان کا تعلق ہے، اس فریضہ کی دشواریوں میں اس وقت اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے جب مترجم کے پیشِ نظر جاہلی دور، صدرِ اسلام یا اموی دور کے آثار کا ترجمہ ہو اور وہ خود اس دور کے مخصوص اسالیب سے مانوس نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقالہ میں ڈاکٹر خالدی صاحب کو اکثر مقامات پر ناکامی ہوئی۔ راقم السطور کا مجموعی تاثر یہ ہے کہ ان آثار کے ترجمہ میں جس احتیاط اور وقتِ نظر کی ضرورت تھی اس سے کام نہیں لیا گیا ورنہ بہت سی غلطیوں کی اصلاح معمولی توجہ سے بآسانی ممکن تھی۔

ترجمہ کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور بامحاورہ۔ لفظی کے لیے مطلب خیز ہونا ضروری ہے۔ اور بامحاورہ کے لیے زبان و بیان کے اسالیب پر قدرت اور ان کا استحضار۔ ڈاکٹر صاحب نے کہیں بالکل لفظی ترجمہ کیا ہے جو رکاکت کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ اور کہیں بالکل خیالی جس کا اصل

---

[1] [illegible]

سے کوئی تعلق نہیں نمونے آگے آئیں گے۔

اصل عربی عبارت کی بجائے برہان میں ترجمہ پر اکتفا غالباً اس خیال سے کیا گیا ہے کہ اُردو داں حضرات کے لیے عربی عبارتوں کی ضرورت نہیں۔ نیز ان کی تصحیح نہیں ہو پاتی۔ لیکن اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات اصل عربی عبارت سامنے نہ ہونے کی وجہ سے عربی داں حضرات بھی ترجمہ کی غلطیاں محسوس نہیں کر پاتے۔

اگر ان آثار کے ترجمہ و تشریح کے دوران دوسرے ماخذ سے بھی رجوع کر لیا گیا ہوتا تو بہتر ہوتا۔ بہت سی تقریریں، اقوال اور واقعات مختلف مراجع میں موجود ہیں اور ان میں روایتوں کے اختلافات بھی ہیں۔ اسی طرح کہیں اجمال ہے اور کہیں تفصیل۔ اگر ایک جگہ جہاں وہ اثر وارد ہوا ہے دوسرے مراجع سے رجوع کر کے روایت کے اختلافات کی نشاندہی کر دی جائے تو ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ بار بار ان کے ترجمہ کی ضرورت نہ ہوگی، دوسرے یہ کہ مفہوم کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اگرچہ یہ کام زحمت طلب تھا اور محنت چاہتا تھا مگر موضوع کو سمیٹنے میں اس سے آسانی ہوتی۔

افسوس ہے کسی وجہ سے برہان جولائی ۱۹۸۵ء کا شمارہ میری نظر سے نہیں گزر سکا۔ اور جب مارچ ۱۹۸۶ء کے شمارے سے آثار عمر کا سلسلہ شروع ہوا جس میں اول الذکر کا حوالہ تھا تو توجہ ہوئی، اور خیال ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں اپنی ناچیز معروضات پیش کروں، مگر اس اندیشے سے کہ یہ مفید سلسلہ رک نہ جائے قطع کلام سے گریز کیا۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں مقالہ مکمل ہوا تو بعض ناگزیر مصروفیتیں حائل ہو گئیں۔ بہرحال راقم السطور نے عربی ادب کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے بڑے ذوق و شوق اور دلچسپی سے ڈاکٹر صاحب کے مقالہ کا مطالعہ کیا۔ جہاں جہاں اسے ترجمہ میں غلطی معلوم ہوئی ٹھہر کر اپنی ناقص فہم کے مطابق غور کیا، دوسرے ماخذ سے رجوع کیا اور اب آثار ابوبکر پر استدراک کی شکل میں یہ طالب علمانہ کاوش آپ کے سامنے ہے جس میں ڈاکٹر ابوالمظفر خالدی صاحب کی اہم غلطیوں کی تصحیح کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ان آثار کی صحیح ترجمانی ہو سکے اور اُردو داں حضرات کو اگر ان آثار سے رجوع کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ترجمہ کی غلطیوں کا شکار نہ ہوں۔

میرے سامنے البیان والتبیین کے دو نسخے ہیں۔ (۱) ایک دو حصوں میں احسن فاکہانی کے

حواشی کے ساتھ مطبعہ علمیہ سے ۱۳۴۱ھ میں شائع ہوا تھا۔ یہ اس کا پہلا ایڈیشن ہے۔ یہ ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہی رحمؒ کا ذاتی نسخہ ہے جو اب مدرسۃ الاصلاح کے کتب خانہ کی زینت ہے اور جس پر مولانا کی بعض قیمتی تعلیقات بھی ہیں۔ (۲) دوسرا نسخہ حسن السندوبی کی تحقیق و شرح کے ساتھ تین حصوں میں مطبعۃ الاستقامہ قاہرہ ۱۳۵۲ھ کا شائع شدہ ہے اور تیسرا ایڈیشن ہے۔ یہ دونوں نسخے خالدی صاحب کے نسخہ سے مختلف ہیں۔ اس مقالہ میں حوالہ موخر الذکر نسخہ کا ہوگا۔ رسائل الجاحظ کا کوئی مکمل نسخہ نہ ملنے کی وجہ سے ان سے ماخوذ آثار کی تحقیق نہ ہوسکی۔ میں خالدی صاحب کا بے حد مشکور ہوں کہ ان کی حق جوئی و حق پسندی نے میرے لیے مہمیز کا کام کیا۔

اس مقالہ میں آثار کا نمبر ڈاکٹر صاحب کی ترتیب کے مطابق ہوگا۔ برہان جولائی ۱۹۸۲ء کے صفحات کا حوالہ ہوگا، اصل عربی عبارت کے بعد ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ ہوگا اور اس کے بعد تبصرہ۔ وباللہ التوفیق۔

---

(۲) ص ۱۲ (جولائی ۱۹۸۲ء):

ایک شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب سے گذرا اس کے پاس کوئی کپڑا تھا۔ ۔

حضرت ابوبکر نے پوچھا۔ کیا تم یہ کپڑا بیچتے ہو؟ اس نے کہا:

لا عافاك الله — (خالدی صاحب کا ترجمہ:) نہیں تمہیں اللہ مال دار بنائے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا:

لقد علمتم لو كنتم تعلمون، قل: لا و عافاك الله[1] — (خالدی صاحب کا ترجمہ) اگر تم تعلیم پاتے تو تم جانتے کہ جواب کس طرح دیا جاتا ہے۔ یوں کہو: نہیں اور اللہ آپ کو معاف کرے۔

دونوں جگہوں پر عافاك الله ہے مگر خالدی صاحب نے پہلی جگہ مال دار بنانے کا ترجمہ کیا ہے اور دوسری جگہ معاف کرنے کا۔ دونوں ترجمے غلط ہیں۔ دوسرے ترجمہ کی توجیہ ہو سکتی ہے کہ

---

[1] البیان ۱/ ص ۲۷۹۔

انھوں نے "عافاك" کو غلطی سے بجائے "عافیت" کے "عفو" سے سمجھ لیا مگر پہلے ترجمہ کی کوئی توجیہ ممکن نہیں۔

"عافاك" کا ترجمہ ہوگا: اللہ آپ کو بخیر و عافیت رکھے۔ جواب دینے والے نے یہ غلطی کی تھی کہ عربی قواعد کے مطابق "لا" کے نفی اور "عافاك" کے درمیان "حرف واو" نہیں استعمال کیا تھا جس سے اس کے پہلے جواب کا مطلب الٹ گیا۔ وہ تو یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں یہ کپڑا فروخت نہیں کرتا ہوں۔ اللہ آپ کو بخیر و عافیت رکھے مگر زبان کی غلطی کی وجہ سے اس کے جملے کا یہ مطلب ہو گیا:
اللہ آپ کو بعافیت نہ رکھے[1]

(۳) ص ۱۳ اور ۱۴:

حضرت ابوبکرؓ نے ایک موقع پر دنیا دار بادشاہ کی خصوصیات و نفسیات، دورِ فتن میں اسلام کی حالت اور اس دور میں مومنین کے طرزِ عمل پر ایک موثر خطبہ دیا۔ ترجمہ کی بعض غلطیوں کی وضاحت میں چونکہ سیاق و سباق کا پیش نظر رہنا ضروری ہے اس لیے ہم پورا خطبہ نقل کرتے ہیں۔

أَلا، إن أشقى الناس فى الدنيا والآخرة الملوك! فرفع الناس رؤوسهم فقال: ما لكم أيها الناس! إنكم لطعانون عجلون: إن من الملوك من إذا ملك زهده الله فيما فى يديه، ورغبه فيما فى يدى غيره، وانتقصه شطر أجله، وأشرب قلبه الإشفاق. فهو يحسد على القليل، ويتسخط الكثير، ويسأم الرخاء، وتنقطع عنه لذة البهاء، لا يستعمل العبرة، ولا يسكن إلى الثقة.

---

[1] علمائے معانی کے الفاظ میں جب ایک جملہ خبریہ ہو اور دوسرا انشائیہ اور فصل کرنے سے مفہوم قائل کی مراد کے برعکس ہو جائے تو "وصل" ضروری ہے۔

فهو كالدرهم القسي، والسراب الخادع، جذل الظاهر، حزين الباطن فاذا وجبت نفسه، ونضب عمره، وضحا ظله، حاسبه الله فأشد حسابه، وأقل عفوه.

ألا إن الفقراء هم المرحومون . وخيرا لملوك من آمن بالله، وحكم بكتابه، وسنة نبيه صلى الله عليه وسلم.

ألا وإنكم اليوم على خلافة النبوة، ومفرق المحجة وإنكم سترون بعدى ملكا عضوضا، وملكا عنودا، وأمة شعاعا، ودما مفاحا. فإن كانت للباطل نزوة، ولأهل الحق جولة، يعفوبها الأثر، ويموت لها البشر، وتحيا بها الفتن وتموت لها السنن، فالزموا المساجد، واستشيروا القرآن، واعتصموا بالطاعة ولا تفارقوا الجماعة "..... [1]

(خطبہ کے آخری چند جملے چھوڑ دیے گئے ہیں اس لیے کہ تشریح میں ان کی ضرورت نہیں)

ڈاکٹر خالدی صاحب کا ترجمہ :

"کتنے ہی خداوند ایسے ہیں کہ حکمراں ہو جائیں تو جو مال ان کے قبضے میں ہے اس کے خرچ کرنے میں اللہ ان کو بخیل بنا دے اور جو دوسروں کے قبضے میں ہے اس کے لینے کی طرف راغب کر دے اور ان کے جینے کے وقت میں کچھ کمی کر دے اور ان کے دلوں میں زندہ رہنے کی ہوس ڈال دے۔ یہ ایسے ہیں کہ کسی کے یہاں تھوڑا بھی ہو تو اس پر بھی حسد کریں اور اگر کسی کے یہاں وافر ہو تو اس سے ناخوش ہو جائیں۔ یہ لوگ آسودگی سے تنگ آجاتے ہیں۔ نکاح میں ان کو کوئی لذت نہیں ملتی، یہ بھی خواہوں سے کام نہیں لیتے اور بھروسہ کے لوگوں سے خوش نہیں رہتے۔ یہ تو ایسے ہیں جیسے کھوٹے سکے یا نظر فریب سراب۔ دیکھنے میں خوش و خرم

---

[1] البیان ج ۲ ص ۴۳ و ۴۴۔

گویا اندر اداس و غمگین۔ جب ایسے شخص کا جی بیٹھ گیا۔ اس کے عمر کی شادابی ٹھٹھر گئی اور اس کا سایہ سکڑ گیا تو اللہ نے اس سے حساب لیا۔ حساب میں سختی کی اور مہربانی میں کمی کر دی اور یہ کہ جو اللہ پہ ایمان لائے اس کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کے مطابق حکومت کرے۔ اس کا وبال و رحم تہی دستوں اور ناداروں ہی پر ہوتا ہے۔

خبردار رہو آج تم نبوت کی خلافت میں ہو، تیج سڑک پر ہو۔ تم دیکھو گے کہ میرے بعد اقتدار میں درشتی اور فلاں راستے سے ہٹا ہوا، امت بکھری ہوئی اور خون بہا ہوا۔ دیکھو اگر باطل کی طرف چھلانگ لگائی جا رہی ہے اہل حق کے خلاف سوار دوڑ رہے ہیں خلافت کے آثار مٹائے جا رہے ہیں، حق کے خلاف انسان اپنی جانیں دے رہے ہیں، اس کے لیے فتنے برپا کیے جا رہے ہیں اور سیدھے چلے ہوئے طور طریق مٹائے جا رہے ہیں تو ایسی صورتوں میں تم مسجدوں سے الگ رہو، قرآن سے رہنمائی حاصل کرو۔ اطاعت بہرحال کیے جاؤ۔ جماعت سے علاحدگی ہرگز نہ ہونے پائے اور اس سے وابستگی میں فرق نہ آئے۔"

اس ترجمہ میں متعدد مقامات پر غلطیاں ہیں . . .

(ا) "إن من الملوك ..... الكثير" کا ترجمہ اس طرح ہونا چاہیے:

"بہت سے بادشاہ جب حکمراں ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں اپنے مال کے سلسلے میں بخیل اور دوسروں کے مال کا حریص بنا دیتا ہے، ان کی مدتِ حیات کم کر دیتا ہے اور ان کے دل میں خوف اور گھبراہٹ پیدا کر دیتا ہے۔ وہ دوسروں کے تھوڑے مال پر بھی حسد کرتے ہیں اور اپنا زیادہ مال بھی انھیں کم محسوس ہوتا ہے۔"

"تستقلہ" کے معنی کم محسوس کرنے کے ہیں۔ اگرچہ بعض روایتوں میں[1] "یحسد علی القلیل ویسخط علی الکثیر" کے الفاظ ہیں مگر سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں تر روایت وہی ہے جو کہ البیان والتبیین اور عیون الاخبار[2] میں ہے۔ احمد زکی صفوت نے بھی "جمہرۃ خطب العرب" میں اسی

---

[1] ملاحظہ ہو العقد الفرید طبع ۱۳۱۶ھ ج ۲ ص ۱۱۱۔ اور زہر الآداب للحصری تحقیق محی الدین عبد الحمید اکتوبر ۱۹۵۳ء ج ۱ ص ۳۸۔ [2] عیون الاخبار ۱۹۶۳ء وزارۃ الثقافہ مصر ج ۲ ص ۲۳۳۔

روایت کو ترجیح دی ہے[1]

(ب) "لا یستعمل العبرۃ" کا ترجمہ خالدی صاحب نے کیا ہے: "یہ بھی خواہوں سے کام نہیں لیتے۔"

خدا معلوم ڈاکٹر صاحب نے "عبرۃ" کے معنی بہی خواہ کے کس طرح لیے۔ "عبرۃ" اسی معنی میں ہے جس معنی میں ہم اردو میں عبرت بولتے ہیں۔ ترجمہ ہوگا: "یہ عبرت نہیں حاصل کرتے۔"

(ج) فإذا وجبت نفسہ .... ان جملوں کا ترجمہ ماضی کی بجائے مضارع کا ہونا چاہیے یعنی:

"جب ان کا آخری وقت آجاتا ہے، ان کی زندگی کا چشمہ خشک ہوجاتا ہے اور ان کا سایہ اٹھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے سخت حساب لیتا ہے اور عفو ودرگزر میں کمی کردیتا ہے سنو! فقراء ومساکین ہی خدا کی رحمتوں کے مستحق ہوں گے۔ بہترین حکمراں وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق حکمرانی کرے۔

(د) دنیادار اور خدا ترس بادشاہوں کے درمیان فرق واضح کرنے کے بعد مستقبل کے فتنوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو نصیحت کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:۔

"فإن كانت للباطل نزوة ولأهل الحق جولة"

خالدی صاحب ترجمہ کرتے ہیں:

"اگر باطل کی طرف چھلانگ لگائی جارہی ہے اور اہل حق کے خلاف سوار دوڑ رہے ہیں۔" دونوں ٹکڑوں کا ترجمہ قابل غور ہے۔ پہلے ٹکڑے میں خود باطل کا چھلانگ لگانا مراد ہے دوسرے ٹکڑے میں لفظ "جولۃ" کے معنی ہیں: پریشانی کے عالم میں گھومنا اور قدم جمانے کی جگہ نہ پانا۔ ایک حدیث میں آتا ہے:

للباطل جولة ثم يضمحل۔ اس کی تشریح میں ابن الاثیر (متوفی ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں۔

يعنى أن أهله لا يستقرون على أمر يعرفونه ويطمئنون — یعنی اہل باطل کو قدم جمانے کے لیے کوئی قابل اطمینان جگہ نصیب نہ ہوگی اور آخر کار

---

[1] جمہرۃ خطب العرب ۱۹۳۳ء ج ۱ ص ۳۰۷۔

إليه۔ زوال طاری ہو جائے گا۔

اس حدیث کی تشریح کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے اس ارشاد کے بارے میں رقم طراز ہیں:

أما حديث الصديق: إن للباطل نزوة ولأهل الحق جولة" فانه يريد غلبة، من جال في الحرب على قرنه يجول، ويجوز أن يكون من الأول، لأنه قال بعده: يعفو بها الأثر وتموت السنن[1]	حضرت ابوبکرؓ کے قول "ان للباطل نزوۃ ولاہل الحق جولۃ" میں جولۃ سے مراد غلبہ ہے، جال فی الحرب علی قرنہ کے معنی غالب آنے کے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں جولہ کے وہی معنی مراد ہوں جو حدیث میں لیے گئے ہیں اس لیے کہ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں: اس کی وجہ سے آثار و سنن کا خاتمہ ہو رہا ہو۔

حضرت ابوبکرؓ کے قول کی پہلی تشریح تو بدیہی طور پر صحیح نہیں: یہاں اس کا کوئی موقع نہیں۔ جیسا کہ خود علامہ ابن اثیر کا اعتراف ہے سیاق اس کے برخلاف اس تشریح کا مقتضی ہے جس کو انھوں نے دوسرے نمبر پر کمزور لہجہ میں ذکر کیا ہے۔ وانکم ..... المساجد کا صحیح ترجمہ اس طرح ہونا چاہیے۔

عنقریب تم میرے بعد ظالم حکومت، سرکش حکمراں، انتشارِ اُمت اور زبردست خونریزی دیکھوگے۔ اگر باطل دندناتا پھر رہا ہو، اہلِ حق کے پائے ثبات میں لغزش آجائے۔ آثار مٹ رہے ہوں، جانیں ضائع ہو رہی ہوں، فتنے جاگ رہے ہوں اور سنتوں کا خاتمہ ہو رہا ہو تو مسجدوں سے چمٹ جانا الخ"

(۴) ص ۱۵:

وفات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو وصیت کی تھی اس کے

---

[1] مجمع بحار الانوار نول کشور ص ۲۲۲۔

چند جملے یہ ہیں :۔ "فانما ثقلت موازین

"من ثقلت موازینہ یوم القیامۃ باتباعہم الحق فی الدنیا و ثقلہ علیہم، وحق لمیزان لا یوضع فیہ إلا الحق أن یکون ثقیلا، وإنما خفت موازین من خفت موازینہ یوم القیامۃ باتباعہم الباطل وخفتہ علیہم فی الدنیا، وحق لمیزان لا یوضع فیہ إلا الباطل أن یکون خفیفا"[1]

ڈاکٹر خالدی کا ترجمہ ہے :

"قیامت میں انھیں لوگوں کے وزن بھاری ہوں گے جن کے وزن دنیا میں حق کی پیروی کے اعتبار سے بھاری رہے ہوں۔ حق کا بھاری پن انھیں کے لیے ہوگا (جو دنیا میں اس کو بھاری سمجھتے تھے) میزان اسی لیے ضروری ہے کہ اس میں سوائے حق اور کچھ نہ رکھا جائے اگر وہ بھاری ہو۔ قیامت میں انھیں لوگوں کے وزن ہلکے ہوں گے جن کے وزن دنیا میں باطل کی پیروی کے اعتبار سے ہلکے رہے ہوں۔ باطل کا ہلکا پن انھیں کے لیے ہوگا جو دنیا میں اس کو ہلکا سمجھتے تھے۔ میزان اس لیے ضروری ہے کہ اس میں سوائے باطل اور کچھ نہ رکھا جائے اور اگر وہ ہلکا ہو"

اس ترجمہ میں ڈاکٹر صاحب کو کئی جگہ دشواری ہوئی جس کی وجہ سے بعض جملے بے معنی ہوگئے ایک غلطی تو یہ ہوئی کہ "انما" کا "مقصور علیہ" "باتباعہم الحق" کی بجائے "من ثقلت" قرار دیا گیا، حالانکہ "انما" کا مقصور علیہ ہمیشہ جملے کا آخری جزو ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ "ثقلہ علیہم" کو "باتباعہم" پر عطف کرنے کی بجائے علاحدہ جملہ سمجھ لیا گیا۔ تیسرے یہ کہ "حقّ" کا ترجمہ غلط کیا گیا۔ چوتھے یہ کہ "ان مصدریہ" کو "ان شرطیہ" قرار دیا گیا۔ یہی غلطیاں بعد والے جملے میں بھی ہیں۔ صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :

---

[1] البیان ج ۲ ص ۴۴ و ۴۵۔

جن لوگوں کی ترازو قیامت کے روز بھاری ہوگی وہ صرف اس لیے بھاری ہوگی کہ انھوں نے دنیا میں حق کی پیروی کی اور اس سے گرانبار تھے، اور جس ترازو میں حق ہی حق ہو اسے بھاری ہونا ہی چاہیے۔ جن لوگوں کی ترازو قیامت کے روز ہلکی ہوگی وہ صرف اس وجہ سے ہلکی ہوگی کہ انھوں نے دنیا میں باطل کی پیروی کی اور اس کا ان پر کوئی وزن نہ تھا جس ترازو میں باطل ہی باطل ہو اسے بے وزن اور ہلکا ہونا ہی چاہیے۔"

(۹) ص ۱۷:

حضرت خنساؓ کا ایک شعر اس طرح درج ہے:

هَيِّنِ النفوس وهون النفو س يوم الكريهة أبقى لها

پہلے مصرعے میں "هَيِّنِ" کو کتابت کی غلطی گمان کیا جا سکتا ہے مگر باقاعدہ اعراب لگایا گیا ہے اس لیے شبہ ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگار ہی سے چوک ہوئی۔ "هَيِّنْ" امر کے صیغہ کی بجائے یہاں "نُهِينُ" جمع متکلم کا صیغہ ہونا چاہیے۔[1]

(۱۱) ص ۱۸ و ۱۹:

(۱) سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت حباب بن المنذر انصاری کی تقریر کا مشہور جملہ ہے:

أنا جذيلها المحكك وعذيقها المرجب۔[2]

یہ جملہ ایک عربی ضرب المثل ہے۔ خالدی صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

"میں وہ سالار ہوں جس کی رائے تشفی بخش ہوتی ہے۔ میدانِ قتال میں میری حیثیت جھنڈے کی سی ہے۔ اسی کی وجہ سے نبرد آزما میدان میں ڈٹے رہتے ہیں۔"

جملے کے پہلے جز کا مطلب تو درست ہے مگر دوسرے جز کا صحیح نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ذہن میں جھنڈے کا لفظ کیسے آگیا بڑے غور و فکر کے بعد بھی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آسکی۔

---

[1] دیوان الخنساء، دار صادر بیروت، ص ۱۲۱۔ [2] البیان ج ۳ ص ۱۷۲۔

"عذیق" کے معنے کھجور کے درخت کے ہیں لغت کی کسی کتاب سے بھی بآسانی معلوم ہو سکتا تھا جب درخت پھلوں سے لد جاتا ہے اور اس کی شاخوں کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو لکڑی یا کسی دوسری چیز کا سہارا دے دیتے ہیں۔ اسی کو "ترجیب" کہتے ہیں۔ "العذیق المرجب" کھجور کے اس درخت کو کہیں گے جسے سہارا دیا گیا ہو۔

ابن السکیت (متوفی ۲۴۴ھ) مثل کے اس جزء کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"قائل کہہ رہا ہے کہ میرا خاندان میری پشت پناہی کرے گا"[1]

لیکن ابن اثیر اور علامہ زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ) کے نزدیک حباب بن المنذر کی مراد یہ ہے کہ تجربات کے تنوع اور معلومات کی وسعت میں اس درخت کی مانند ہوں جو پھلوں سے اتنا لد گیا ہو کہ اسے سہارا دینے کی ضرورت پیش آگئی ہو[2] یہی مفہوم راجح ہے۔

(ب) سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو تقریر کی تھی اس کا ایک جملہ ہے۔

"وانتم محقوقون أن لا تنفسوا إخوانكم من المهاجرين ما ساق الله إليهم"

(خالدی صاحب کا ترجمہ)

"آپ کا حق پر اتنا یقین ہے کہ اللہ نے مہاجرین کو جو کچھ دیا ہے اس پر آپ رشک نہیں کیا گیا۔"

اس جملے میں حضرت ابوبکرؓ نے انصار کو مخاطب کیا ہے۔ لفظ محقوقون کا ترجمہ صحیح نہیں کیا گیا۔

صحیح ترجمہ یہ ہے:۔

"آپ کے لیے یہی موزوں اور سزاوار ہے کہ اللہ نے ......"

(ج) اسی تقریر کا ایک جملہ عیسیٰ بن ارزق کی روایت میں یوں ہے:۔ "إن هذا الأمر إن تطاولت إليه الخزرج لم تقصر عنه الأوس وان تطاولت إليه الأوس لم تقصر عنه الخزرج"

خالدی صاحب ترجمہ کرتے ہیں: "اگر یہ امر (حکومت) اوس تک بڑھا اور پھیلا تو خزرج

---

[1] لسان العرب (رجب)۔ [2] ملاحظہ ہو مجمع بحار الانوار ص ۱۸۲ اور الفائق ص ۹۴

اس سے مُنھ موڑ کر سکڑ نہیں جائیں گے" (وہ بھی حکومت کا دعویٰ کریں گے)

یہ ترجمہ بظاہر لفظی معلوم ہوتا ہے مگر لفظی بھی نہیں ہے اور نحوی بھی نہیں۔ سلیس اور بامحاورہ تو در کنار، اس عبارت کا صحیح اور واضح ترجمہ یہ ہے۔

"اگر قبیلہ خزرج نے آگے بڑھ کر زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لینے کی کوشش کی تو قبیلہ اوس اس سے پیچھے نہیں رہے گا۔ اور اگر اوس نے دست درازی کی تو خزرج پیچھے نہیں رہے گا۔

(۱۴) ص ۱۹ و ۲۰:۔

(۱) "من حديث ابن أبي سفيان بن حويطب عن أبيه عن جدّه"

ڈاکٹر خالدی صاحب نے اسناد کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"ابن ابی سفیان بن حویطب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں"۔

گویا تین راوی ہوئے (۱) ابن ابی سفیان (۲) ابوسفیان (۳) ابوسفیان کے دادا حویطب کے والد

ڈاکٹر صاحب نے "ابیہ" کی ضمیر کا مرجع ابن ابی سفیان اور "جدہ" کی ضمیر کا مرجع ابوسفیان سمجھا اسی وجہ سے غلطی ہوئی۔ "ابیہ" اور "جدہ" دونوں کی ضمیر کا مرجع ابن ابی سفیان (عبدالرحمٰن) ہیں

عبدالرحمان نے ابوسفیان سے روایت کی اور ابوسفیان نے حویطب سے۔ ابوسفیان اور حویطب بن عبدالعزی دونوں فتح مکہ کے روز اسلام لائے تھے۔ یہاں عبدالعزی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ —————— (باقی)

بقیہ صفحہ ۲۶۲

اور دشمن کو بھی اُن کی شاعرانہ جلالت، برتری اور انفرادیت کا اعتراف ہی کرنا پڑا۔

بہار صرف غیر معمولی شخصیت و شہرت کے مالک نہیں تھے بلکہ وہ ایران کے بہت بڑے شاعر، ادیب اور تاریخ داں بھی تھے۔ وہ وطن پرست سیاسی مجاہدوں کی صف میں بلند مقام پر فائز تھے۔ بہار جیسی عہد ساز تاریخ ساز اور دلنواز شخصیتیں کبھی کبھی ہی وجود میں آتی ہیں جنھوں نے بیتابی ہی نہیں سچائی کا مقدس فریضہ بھی ادا کیا ہو

○○○●